قادیانیت اور عاطف میاں کا مسئلہ

محمد مغیرۃ لقمان

وزیرِاعظم، عمران خان صاحب کا یہ عمل قابل تحسین ہے کہ انہوں نے دینی حلقوں کی اٹھائی گئی آواز کو اہمیت دی اور عاطف میاں احمدی کو معاشی مشاورتی کمیٹی سے برطرف کر دیا۔ پر اس کے باوجود، عاطف میاں کے اکنامک ایڈوائزری کونسل میں شامل ہونے کے بارے میں ابھی بھی کئی سوالات اور شبہات منظر عام پر موجود ہیں۔ اس تناظر میں ہمیں پاکستانی عوام میں چار قسم کے طبقوں کی آراد یکھنے کو ملتی ہیں:

☆ ہمارے ہاں ایک طبقہ لبرل ذہنیت رکھنے والوں کا ہے جس کے نزدیک اس عمل کا متعارض ہونا ایک دقیانوسیت کے سوا کچھ نہیں۔ اس طبقہ کے نزدیک قادیانیوں یا احمدیوں کو کافر کہنا بھی درست نہیں۔ اس بنا پر اس کے ہاں، اس کونسل میں شمولیت تو دور کی بات، اس مسئلہ کو اٹھانا بذاتِ خود محل نظر ہے۔

☆ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کہ احمدیوں کی اس شمولیت کو تو ناپسند جانتا ہے، پر تحریک انصاف کے حامی ہونے کی بنا پر اس بارے میں تاویل کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ عاطف میاں کو محض معاشرتی کونسل کا ہی تو ممبر بنایا گیا ہے کوئی شریعہ کونسل کا تو ممبر نہیں بنایا گیا۔ یہ چونکہ کوئی بڑا کردار نہیں اس لیے اس کو issue بنانا درست نہیں۔

☆ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کہ میاں نواز شریف کی پارٹی کے حمایتیوں کا ہے اور محض عمران خان کے خلاف ایک محاذ آرائی کی بنا پر اس مسئلہ کو اٹھاتا نظر آتا ہے۔

☆ چوتھا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کہ شعوری اور شرعی طور پر عاطف میاں کی شمولیت کو درست نہیں سمجھتا اور یہ مخالفت، محض مخالفت برائے مخالفت نہیں بلکہ وہ حکومت کا استحکام چاہنے کے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح کا بھی متلاشی ہے۔

ان آراء کو جاننے کے بعد آیئے اس مسئلہ کے حل کی طرف آتے ہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ہمیں Impartial analysis کی ضرورت ہے۔ میری نظر میں اس مسئلہ کے بارے میں ایک غیر جانبدارانہ تجزیہ کے لیے ہمیں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ڈھونڈنے ہونگے:

- اقلیت کی تعریف کیا ہے؟
- کیا مرتد گروہ اقلیت میں شمار ہوتا ہے؟
- کیا قادیانیوں سے حکومتی خدمات لی جاسکتی ہیں؟
- پاکستانی قانون میں قادیانیوں کی حیثیت کیا ہے؟
- عاطف میاں کے معاملہ میں اتنے شبہات کیوں؟
- پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی کیوں چنا گیا؟

اور آخر میں وزیر اعظم عمران خان صاحب کو میں چند نصائح بھی پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اس لیے نہیں چونکہ میں کوئی عالم یا مفکر ہوں، بلکہ محض اس لیے چونکہ خیر خواہی ہر ایک کے لیے ہے [1] اور اچھی نصیحت جو بھی دے، ایک مومن اسے قبول کرتا ہے۔ [2]

اقلیت کی تعریف کیا ہے؟

اس مسئلہ کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اقلیت کی تعریف کرنا ضروری ہے۔ اقلیت جس کو انگریزی میں minorities کہا جاتا ہے، اس کی کوئی ایسی تعریف کرنا مشکل ہے جس کو وسیع پیمانہ پر مقبولیت حاصل ہو۔ شائد اس کی ضرورت بھی نہ ہو چونکہ اس کا معنیٰ لوگوں کے اذہان میں بخوبی پایا جاتا ہے۔ بہر حال، 1977: میں اقوام متحدہ کی قائم کردہ ذیلی کمیشن [3] جو کہ اقلیتوں کے ساتھ غیر مساوی رویہّ کے سدّ باب اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لیے قائم کی گئی تھی، نے اس کی یوں تعریف کی:

‘‘A group numerically inferior to the rest of the population of a state, in a non-dominant position, whose members – being nationals of the state – possess ethnic, religious or linguistic characteristics differing from those of the rest of the

---

[1] عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ " الدِّينُ النَّصِيحَةُ " قُلْنَا لِمَنْ قَالَ "لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ". (تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی ہے۔ ہم (صحابہ) نے عرض کی: کس کے لیے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے جواب دیا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب (قرآن) کے لیے، اس کے رسول ﷺ کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور ان کی عوام کے لیے۔) صحیح مسلم: کتاب الإيمان – باب: بيان أن الدين النصيحة، حديث 55 (الف).

[2] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (سورت ذاریات، آیت 55): "وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ." (اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔)

[3] Sub-Commission on Prevention of Discrimination and Protection of Minorities.

population and show, if only implicitly, a sense of solidarity, directed towards preserving their culture, traditions, religion or language."[4]

اس تعریف کے مطابق جس گروہ میں مندرجہ ذیل صفات پائی جائیں گی وہ اقلیت کہلایا جائے گا:

- ایسا گروہ، جو کہ تعداد کے اعتبار سے تمام آبادی سے کم ہو،
- معاشرہ میں ایسی پوزیشن کا حامل ہو جو کہ مغلوب(non-dominant)ہو،
- اس علاقہ کے رہائشی لوگوں پر مبنی ہو،
- نسلی، مذہبی، یا پھر زبان کے اعتبار اپنے غیر سے مختلف ہوں،
- اپنی تہذیب، روایات، مذہب یا زبان کی حفاظت کے حصول کی خاطر ان کے مابین یکجہتی بھی پائی جاتی ہو۔

اسلامی قانون(شریعت) کی نظر میں ہمیں اقلیت یا اس جیسی کوئی اصطلاح نہیں ملتی۔ شریعت طاہرہ میں اہلِ کفر کو بنیادی طور پر دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1) **أهل العهد (معاہد):** یعنی وہ کفار جن کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ (treaty) ہوا ہو۔
2) **أهل الحرب:** جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو۔[5]

أهل العهد کو مزید تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

أهل الذمّة: ان کفار کو کہا جاتا ہے، جو کہ دار الاسلام میں مقیم ہوں اور وہاں رہنے کی وجہ سے وہ جزیہ (ٹیکس) دینے کے پابند ہوں، اور اسلامی احکام جو کہ شریعت نے ان سے متعلق لاگو کیے ہیں، ان کے پابند ہوں۔[6]

أهل الأمان: وہ غیر مسلم افراد یا گروہ جو کہ مسلمانوں کے علاقوں میں زیارت یا تجارت کی غرض سے آئے ہوں۔ مزید یہ کہ ان کا اس علاقہ میں مقیم رہنا مقصود نہ ہو۔ اس لیے بعض اہلِ علم نے اس کے لیے ایک سال کی قید لگائی ہے۔ یعنی اگر وہ ایک سال سے کم عرصہ کے لیے قیام

---

[4] E/CN/.4/Sub.2/384/Rev. 1, Para. 568.

[5] التويجري، محمّد بن ابرهيم، **موسوعة الفقه الإسلامي**، الطبعة الأولى، بيت الأفكار الدولية، 2009ء، 511/5.

[6] أيضا.

کریں، تو وہ مستأمَن (آمان دیے گئے) سمجھے جائیں گے، اور اگر اس سے مزید عرصہ کے لیے قیام ان کا مقصود ہو تو وہ ذمی شمار کیے جائیں گے اور ان پر أهل الذمة کے احکام ہی لاگو ہوں گے۔[7]

أهل الهُدنة: یہ غیر مسلموں کی وہ قسم ہے جن کا مسلمانوں کے ساتھ ایک محدود مدّت تک کے لیے صلح کا معاہدہ ہوا ہو، اور وہ اپنے علاقہ میں پر امن مقیم ہوں۔[8]

أهل الحرب: ایسے غیر مسلم کو کہتے ہیں، جو کہ نہ ذمی ہو، نہ معاہد ہو، نہ مستامَن ہو۔[9] یعنی یہ کسی بھی کافر کی اصل ہے۔ اصلا ایک کافر حربی شمار کیا جاتا ہے، الا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی معاہدہ وغیرہ ہو جائے، تو اس کی حالت بدل جاتی ہے۔

آج کل جتنے بھی غیر مسلم، اسلامی ممالک میں آتے ہیں، چاہے وہ سیاحت کی غرض سے آئیں، یا کام کی غرض سے، وہ ایک معاہدے کی صورت ہی ہوتی ہے جس کی بنا پر شرعی نقطہ نظر سے وہ ایک مستامن قرار دیے جاسکتے ہیں۔ اسلامی تقسیم کے مطابق اگر کوئی اصطلاح، اقلیت کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے تو وہ ذمی کی ہے اگرچہ اس اصطلاح کا کلّی طور پر اطلاق اس پر درست نہیں، چونکہ اسلام میں اقلیت کی بنیاد محض دین ہے نہ کہ تہذیب، زبان یا کوئی اور عنصر۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ."[10] (اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔)

---

[7] السيد السابق، **فقه السنة**، الطبعة الأولى، قاهرة: الفتح للإعلام العربي، 2004ء، 68/3.

[8] ابراهيم التويجري، **موسوعة الفقه الإسلامي:** 511/5.

[9] وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية – الكويت، **الموسوعة الفقهية (الكويتية)**، الطبعة الثانية، كويت: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، 1983ء، 121/7.

[10] سورة الحجرات، آية 13.

اسلام کی نظر میں، جو شخص بھی مسلمان ہے اس کے اور کسی دوسرے کے درمیان کسی بھی قسم کی تفریق جائز نہیں۔ البتہ اگر معاملہ دین کا ہو، تو وہاں تفریق نا صرف جائز ہے بلکہ ضروری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ."[11] (اہل نار اور اہل جنت (باہم) برابر نہیں۔ جو اہل جنت ہیں وہی کامیاب ہیں۔)

کیا مرتد گروہ اقلیت میں شمار ہوتا ہے؟

تمام فقہاء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ اہل الردۃ (مرتدین) کو اهل العهد میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ مثلاً، امام ابن عبد البر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ومن ارتد عن الإسلام استتيب ثلاثا بعد أخذه فإن تاب وإلا قتل، وقتله أن تضرب عنقه. والرجال والنساء في ذلك سواء، ولو كانوا جماعة ارتدوا وامتنعوا قوتلوا، وإن أخذوا قتلوا، فإن أخذوا وقد قتلوا الأنفس وأخذوا الأموال طولبوا بذلك كله، وإن أرادوا أن يقروا على أن يؤدوا الجزية لم يقبل ذلك منهم ولا يقبل منهم إلا الإسلام أو القتل."[12]

"جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اسے پکڑنے کے بعد تین بار توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے قتل کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی گردن ماری جائے گی۔ اس معاملہ میں مرد اور عورتیں برابر ہیں۔ اگر وہ ایک جماعت ہو جو کہ مرتد ہوئی ہو اور باز نہ آئے تو ان سے بھی قتال ہوگا۔ پر اگر وہ کچھ لوگوں کو پکڑ کر قتل کر دیں اور ان کے مال لے لیں، تو ان سے مکمل مال کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اگر وہ جزیہ دینے کی حامی بھر لیں، تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان سے سوائے اسلام لے آنے کے اور قتل کے، کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔"

اگر کوئی مرتد گروہ جزیہ دینا چاہے یا مسلمانوں کے ساتھ کوئی صلح کا معاہدہ کرنا چاہے تو ان کے لیے سوائے قتال کے یا ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں۔ اسی لیے اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتدین اہل الذمہ میں شمار نہیں ہوتے۔ اس لیے ان کے ساتھ یا تو جہاد کیا جائے گا یا ان سے اسلام قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اگر کسی مصلحت کی بنا پر ان کو زندہ چھوڑ بھی دیا جائے، تو ان کے لیے سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ نہیں

---

[11] سورة الحشر، آية 20.

[12] ابن عبد البر، يوسف بن عبد الله بن محمد، كتاب **الكافي في فقه أهل المدينة المالكي**، الطبعة الأولى، رياض: مكتبة الرياض الحديثة، 1978، 485/1.

ہو گا۔اسی طرح کا معاملہ، سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے طلیحہ بن خویلد الاسدی کے متبعین[13] سے کیا جنہوں نے آپ ﷺ کی رحلت کے بعد طلیحہ اسدی کو نبی مان کر مرتد ہو گئے۔ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

"جاءَ وفدُ بُزَاخَةَ مِنَ أسدٍ وغَطَفَانَ إلى أبي بكْرٍ يسألونَ الصُّلْحَ ، فَخَيَّرَهُم بَيْنَالحربِ الْمُجْلِيَةِ والسِّلْمِ الْمُخْزِيَةِ ، فقالُوا : هذَه الْمُجْلِيَةُ ، وقدْ عرفناها فما المخْزِيَةُ ؟ قال : نَنْزِعُ منكمُ الحلْقَةَ والكُراعَ ، ونغنَمُ ما أصبْنَا منكمْ ، وتردُّونَ علينا ما أصبْتُمْ منا وتدُونَ قَتْلَانا ، ويكونُ قتلاكُمْ في النارِ ، وتُتْرَكونَ أقوامًا يتبعونَ أذنابَ الإبِلِ حتى يُرِيَ اللهُ خليفَةَ رسولِهِ والمهاجرينَ أمرًا يعَذُرونَكُم بِهِ،[14] فعَرَضَ أبو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عنه ما قال على القومِ ، فقامَ عُمَرُ فقالَ : قَدْ رأيتُ رأْيًا وسنُشِيرُ عليكَ ، أمَّا ما ذكرتَ مِنَ الحربِ المجلِيَةِ والسِّلْمِ المخْزِيَةِ فنِعْمَ مَا رَأَيْتَ ، وأمَّا ما ذَكَرْتَ أنْ نغْنَمَ ما أصبْنَا منكم وتَرُدُّونَ ما أصبْتُمْ فنِعْمَ مَا ذكرتَ ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ تَدُونَ قتلانا ويكونُ قتلاكم في النارِ ، فإنَّ قتلانا قاتَلَتْ فقُتِلَتْ على أمْرِ اللهِ أجورُها علَى اللهِ ، ليسَ لها دياتٌ ، فتتَابَعَ القومُ علَى ما قال عُمَرُ رضِيَ اللهُ عنه."[15]

"بنو اسد میں سے بزاخہ اور غطفان میں سے ایک وفد ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کی غرض سے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو مال سے ہاتھ دھو بیٹھنے والی جنگ یا ذلت آمیز صلح میں اختیار دیا۔ انہوں نے کہا، مال سے ہاتھ دھو بیٹھنے والی جنگ تو یہ ہے جس کو ہم جان گئے ہیں، البتہ ذلت آمیز صلح سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم تم سے تمام گھوڑے اور اسلحہ سلب کر لیں گے، اور جو مال تمہارا ہمیں جنگ میں ملا ہے، اس کو ہم غنیمت کا مال بنائیں گے اور جو مال ہمارا تمہارے ہاتھ آیا ہے، وہ تمیں ہمیں واپس کرنا ہو گا۔ تم ہمارے مقتولین کی دیت دو گے جبکہ تمہارے مقتولین جہنمی ہیں (اور ان کا خون رائگاں سمجھا جائے گا)۔ اور تمہیں گروہوں کی شکل میں چھوڑ دیا جائے گا جو کہ اونٹوں کی دموں کا پیچھا کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مہاجرین کو ایسا امر بتلا دے گا جس سے تمہیں معذور کر دیا جائے گا۔ ابو بکر

---

[13] اس گروہ نے طلیحہ بن خویلد اسدی کو اپنا نبی قبول کر کے ارتداد اختیار کیا، جس نے آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ سے فراغت کے بعد اس گروہ سے قتال کیا اور ان پر غلبہ پا کر ان کے وفد کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ (دیکھیے: ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، **فتح الباري**، تحقيق وتعليق: عبد القادر شيبة الحمد، الطبعة الأولى، رياض: مكتبة الملك فهد الوطنية، 2001ء، 223/13.)

[14] صحیح بخاری میں طارق بن شہاب سے مروی ہے: "ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قبائل بزاخہ کے وفد سے (جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اب معافی کے لیے آیا تھا) فرمایا کہ اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے جنگلوں میں گھومتے رہو' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی امر بتلا دے جس کی وجہ سے وہ تمہارا قصور معاف کر دیں۔" (صحيح بخاري: كتاب الأحكام – باب: الإستخلاف، حديث 7221.)

[15] ضياء الدين المقدسي، محمّد بن عبد الواحد، **السنن والأحكام عن المصطفى**، تحقيق: أبو عبد الله حسين بن عكاشة، الطبعة الأولى، جده: دار ماجد عسيري، 2004ء، 552/5.

رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو صحابہ کے سامنے پیش کیا(تاکہ ان سے رائے لی جا سکے)۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں نے آپ کی رائے پر غور کیا ہے اور ہماری آپ کے لیے یہ نصیحت ہے: رہی آپ کی رائے جس میں آپ نے ان کو مال سے خارج کر دینے والی جنگ اور زلت آمیز صلح میں اختیار دیا تو یہ آپ نے بہت عمدہ کام کیا۔ اسی طرح جو آپ نے غنیمت کے سلسلے میں بات کی، وہ بھی نہایت عمدہ فیصلہ فرمایا۔ البتہ جو آپ نے دیت کی بات کی، تو جو ہمارے مقتولین کا معاملہ ہے وہ اللہ کے راہ میں شہید ہوئے ہیں اور ان کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے اور ان پر کوئی دیت نہیں۔ صحابہ کرام نے عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر اتفاق کر لیا(جن میں ابو بکر بھی شامل تھے)۔''

کیا قادیانیوں سے حکومتی خدمات لی جا سکتی ہیں؟

مرتدین کے بارے میں اہلِ علم اور فقہاء کی آراء پر تامل کے بعد یہ بعد واضح ہو جاتی ہے کہ مرتدین کے لیے وہ حقوق قطعاً نہیں جو کہ ایک مسلمان کے لیے یا ذمّیوں کے لیے اسلام نے وضع کیے ہیں۔ خاص کر ان سے حکومتی خدمات لینے کے بارے میں احتیاط کرنی چاہیے چونکہ ان سے ایک 'اسلامی' حکومت کے لیے نقصان کے سوا کچھ توقع نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے اس معاملہ کی روشنی میں مرتدین کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وأما استخدام مثل هؤلاء في ثغور المسلمين أو حصونهم أو جندهم فإنه من الكبائر وهو بمنزلة من يستخدم الذئاب لرعي الغنم ؛ فإنهم من أغش الناس للمسلمين ولولاة أمورهم وهم أحرص الناس على فساد المملكة والدولة وهم شر من المخامر الذي يكون في العسكر ؛ فإن المخامر قد يكون له غرض : إما مع أمير العسكر وإما مع العدو . وهؤلاء مع الملة ونبيها ودينها وملوكها ؛ وعلمائها وعامتها وخاصتها وهم أحرص الناس على تسليم الحصون إلى عدو المسلمين وعلى إفساد الجند على ولي الأمر وإخراجهم عن طاعته . والواجب على ولاة الأمور قطعهم من دواوين المقاتلة فلا يتركون في ثغر ولا في غير ثغر ؛ فإن ضررهم في الثغر أشد وأن يستخدم بدلهم من يحتاج إلى استخدامه من الرجال المأمونين على دين الإسلام وعلى النصح لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم ؛ بل إذا كان ولي الأمر لا يستخدم من يغشه وإن كان مسلما فكيف بمن يغش المسلمين كلهم ولا يجوز له تأخير هذا الواجب مع القدرة عليه بل أي وقت قدر على الاستبدال بهم وجب عليه ذلك."[16]

---

[16] ابن تيمية، أحمد ابن عبد الحليم، **مجموع فتاوىٰ لشيخ الإسلام إبن تيمية**، مدينة منورة: مجمع الملك فهد، 2004ء، 155/35 – 156.

”رہی بات ان سے قلعہ بند شہروں کی حفاظت کے لیے خدمات لینے کی، یا قلعوں کی حفاظت اور لشکروں میں شمولیت کی، تو یہ کبیرہ گناہ میں سے ہے کیونکہ اس کی مثال بھیڑوں پر بھیڑیوں کو چرواہا بنانے کی ہے، چونکہ یہ لوگ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کو اور ان کے امراء کو دھوکہ دینے والے ہیں۔اسی طرح یہ مملکت میں فساد برپا کرنے میں سب سے بڑھ کر حریص ہیں۔ یہ لوگ لشکر کے مابین پھوٹ ڈالنے والے سے بھی سے زیادہ نقصان دہ ہیں چونکہ پھوٹ ڈالنے والے کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے، یا تو لشکر کے امیر کے ساتھ یا دشمن کے ساتھ۔ان لوگوں کی تو (دشمنی) پوری ملت (اسلامیہ)،اس کے نبی، اس کے دین، اس کے بادشاہ، اس کے علماء اس کے عام اور خواص، دونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔اسی طرح یہ لوگ سب سے بڑھ کر قلعہ کو دشمن کے حوالہ کر دینے کے متلاشی اور حریص ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں، لشکر کے امراء کے خلاف سپاہیوں کو بھڑکانا اور ان کو اس کی اطاعت سے نکالنے میں بھی ان سے بڑھ کر کوئی حریص نہیں۔اسی لیے امراء پر واجب ہے کہ وہ ان کے نام سپاہیوں کے دیوانوں سے کاٹ دیں اور انھیں کسی بھی قلعہ بند شہر یا اس کے غیر میں ٹھرنے نہ دیں چونکہ ان کا اس قلعہ بند شہر پر ضرر سب سے بڑھ کر ہے۔اور چاہیے یہ کہ ان کے متبادل ان مردوں سے خدمات لی جائیں جو کہ اللہ کے دین کے معاملہ میں اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، ائمہ مسلمین اور عامۃ الناس سے خیر خواہی کے معاملہ میں امانت دار ہوں۔جب ایک امیر کسی ایسے مسلمان کو خدمت پر مامور نہیں کر سکتا جس نے اسے دھوکہ دیا ہو، تو جس نے تمام مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہو، اس کو مامور کرنا کیونکر درست ہوگا؟ اس لیے، امیر کے لیے اس معاملہ میں تاخیر جائز نہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو ان کے متبادل لوگوں کو مامور کیا جائے۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ نصیری فرقہ کے لیے ہے جو کہ اہلِ سنت کے ہاں ایک مرتد گروہ شمار کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی معترض یہ سوال کرے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس فتویٰ کا تعلق قادیانیوں کے ساتھ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس رائے اور فتویٰ کا اطلاق دو اسباب کی بنا پر قادیانیوں پر بھی ہوتا ہے:

1. امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نصیری گروہ سے متعلق پیش کردہ فتویٰ کے لیے استشہاد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے موقف سے ہی کیا۔ اس بنا پر معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ رویّہ اور معاملہ تمام مرتد گروہوں کے ساتھ رکھا جائے گا جن میں قادیانی شامل ہیں چونکہ جس طرح طلیحہ اسدی کے پیروکاروں نے اس کو نبی مانا، اسی طرح قادیانیوں نے بھی مرزا غلام احمد کو اپنا نبی اور مسیح مانا۔
2. حکومتی خدمات اور فوج میں ان کی شمولیت سے منع کرنے کی بنیادی وجہ نصیری فرقہ کی مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ ان کے مفادات تھے۔ اگر غور کیا جائے تو قادیانیوں کے بھی غیر مسلموں سے مفادات جڑے ہیں۔

قادیانی مذہب میں انگلستان کے سرکار کادم بھرناایک دینی خدمت ہے۔اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں چونکہ قادیانیت کے پھیلنے کی ایک بہت بڑی وجہ انگریزوں کی اس مذہب کی پشت پناہی ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے بہ بانگ دہل اس بات کااقرار بھی کیااوراس کی کئی کتب میں اس بات کی کئی طریقوں سے وضاحت کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل،ایک مثال نمونہ کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

''پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتاہوں۔اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں،ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لیے عربی اور فارسی کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتاہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کاروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریز کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے خلاف ہیں، کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں، میں نے یہ تحریر لکھی ہیں، ان کتابوں کے نام بمع ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں، جن میں سرکار انگریزی کی خیر خواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔(اس کے بعد مرزا ان کتابوں کی طبع، نام اور صفحات کی تفصیل لکھتا ہے۔)[17]

انگریز سرکار نے اپنے حمایتی اور ہمدرد لوگوں کو پھر نوازا بھی بہت۔ یہی کچھ پیسوں پر زندگی کا بیشتر حصّہ گزارنے والا اتنا مالدار کیسے ہو گیا؟ آج بھی احمدیوں کا لندن میں مرکزی دفتر ہے جو کہ 'فضل مسجد' کے نام سے معروف ہے اور جو کہ مرزا مسرور کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ پاکستانی دستور میں ان کی حیثیت کے ثابت ہو جانے کے بعد اس نے انگلستان میں پناہ حاصل کی اور آج بھی وہاں یہ تقریباً 20 ملین احمدیوں کی قیادت کر رہا ہے۔ ان تمام باتوں کو جاننے کے بعد اس بات کا انکار کرنا نہایت مشکل ہے کہ قادیانی یا احمدی انگلستان اور اپنے علاقہ قادیان

---

[17] **کتاب البریہ** ص 5 تا 8 اشتہار مورخہ 20 ستمبر 1897ء مندرجہ **روحانی خزائن** جلد 13 ص 6 تا 9 مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی (بحوالہ: محمد متین خالد۔ **ثبوت حاضر ہیں!** ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (شرکت پرنٹنگ پریس)، 1999ء، ص 744 تا 756.)

(انڈیا) کے علاوہ کسی کے ساتھ کوئی دلی وابستگی رکھ سکتے ہیں کہ نہیں، خصوصا جبکہ ان کا مذہب جس کی وہ پر تکلف تقلید کیے ہوئے ہیں، انہیں اسلام مخالف قوتوں کی حمایت کی تعلیم دیتا ہے۔

پاکستانی قانون میں قادیانیوں کی حیثیت کیا ہے؟

پاکستانی قانون میں قادیانیوں کو کافر تو قرار دیا گیا ہے پر مرتد نہیں۔ اسی بناپر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔[18] اب چونکہ یہ ایک غیر مسلم اقلیت ہے، ان کو قانونی طور پر وہی حقوق دیے گئے ہیں جو کہ ایک اقلیت کو دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے ان لوگوں کو گورنمنٹ نوکریاں بھی میسر ہیں اور یہ مکمل آزادی کے ساتھ قانونی طور پر اپنی مرضی کی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ البتہ ان کو — چاہے ان کا تعلق قادیانی گروپ سے ہو یا لاہوری گروپ احمدیوں سے — ان کے کسی بھی ایسے شخص کو زبانی یا تحریری طور پر کسی فعل کے ذریعہ مرزا قادیانی کے جانشینوں یا ساتھیوں کو "امیر المومنین" یا "صحابہ" یا اس کی بیوی کو "ام المومنین" یا اس کے خاندان کے افراد کو "اہل بیت" کے الفاظ سے پکارنے یا اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہنے کی اجازت نہیں بلکہ اس کی تین سال قید کی سزا ہے اور اس کے لیے جرمانہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔[19]

پاکستان کے پینل کوڈ کی وضع کردہ یہ سزا اس بناپر مقرر نہیں کی گئی چونکہ پاکستانی قانون کے مطابق یہ لوگ مرتد ہیں، بلکہ شرعی طور پر بھی ایک ذمی کو اس بات کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا تشخص کسی ایسے انداز سے تعارف نہ کروائے جس سے اس کے مسلمان ہونے کا شبہ ہو۔[20] ایک ذمی، اسلامی مملکت میں اس بات کا پابند ہے۔ اس بناپر قادیانی، اپنے آپ کو اگر ذمی بھی قرار دیں اور اقلیتوں کے حقوق کا مطالبہ کریں، ان کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر پہلے اسلامی قانون کا پابند کرنا ضروری ہے ورنہ وہ ذمّیوں کے حقوق حاصل کرنے کے مجاز نہیں۔

شرعی اعتبار سے ایک مرتد گروہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک اس لیے رکھا گیا ہے چونکہ شریعت اس سے ان کے حوصلے پست کرنا چاہتی ہے۔ ان کے عقائد شریعت کی نظر میں اتنے قابل مذمّت ہیں کہ شریعت کی نظر میں ان کا زندہ رہنا بذاتِ خود ایک ظلم ہے۔ یا اگر ان کو زندہ بھی رکھا

---

[18] National Assembly of Pakistan [As modified up to the 28th February, 2012] ***The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan*****.** pp. 155 – 156.

[19] **مجموعہ تعزیرات پاکستان** (ایکٹ نمبر 45 بابت نمبر 1860ء) کی ترمیم: 298 ب۔ بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔

[20] ابراهيم التويجري، **موسوعة الفقه الإسلامي:** 5/513.

گیا ہے تو ان کے ساتھ ایک غیر مساوی رویّہ رکھا گیا ہے جس طرح ایک مجرم کے ساتھ رکھا جاتا ہے تاکہ اس سے نہ صرف ان کی حوصلہ پستی ہو بلکہ اس سے ان کی اصلاح ہو اور دیگر معاشرہ کے افراد بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔ یہی اسوہ ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ملتا ہے:

"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ... الآية."[21]

"(مسلمانو!) تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہو گئی۔"

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ قادیانیوں سے یہ تقاضا کرنا کسی بھی اعتبار سے ان کے ساتھ زیادتی نہیں بلکہ پاکستانی قانون اور دستور میں ان سے نرمی والا برتاؤ کیا گیا ہے جس کے وہ شرعی طور پر مجاز نہیں۔ پاکستانی دستور کا ان سے یہ تقاضا کرنا، ان کو ایک ذمی قرار دینے کے مترادف ہے۔ اسی طرح یہ سوال بھی اہم ہے کہ جب قادیانی یا احمدی گروہ، پاکستانی دستور کی اور اس کے قانون کی اس بات کو قبول ہی نہیں کرتے کہ وہ ایک اقلیت ہیں، تو وہ کیونکر باقی حقوق لینے کا اپنے آپ کو مجاز سمجھتے ہیں؟ احمدی گروہ کا پانچواں خلیفہ، مرزا مسرور احمد، تو ووٹ دینا ہی درست نہیں سمجھتا چونکہ اس کو دینے سے پہلے اس کو اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینا پڑتا ہے۔ یہ اس کا اپنا منہ بولا موقف ہے جس کا اظہار وہ بخوبی کرتے نظر آتا ہے۔[22] قانونی طور پر جب تک ایک شخص پاکستان کی حدود میں موجود ہے، اس کے لیے پاکستان کے دستور کو قبول کرنا ایک آئینی ذمہ داری ہے۔[23] لیکن اس کے باوجود قادیانی اپنے آپ کو نا صرف مسلمان قرار دیتے ہیں بلکہ اپنے غیر کو گمراہ اور غیر مسلم گردانتے ہیں۔

---

[21] سورة الممتحنة، آية 04.

[22] Rizwan Ahmad (2013) *Imran Khan (PTI) asked for votes from Mirza Masroor when he started PTI*. [Online video] Available at: https://www.youtube.com/watch?v=glWf6pRktbM [Accessed 18 September 2018].

[23] The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan: p. 04.

عاطف میاں کے معاملہ میں اتنے شبہات کیوں؟

جب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ قادیانی یا احمدی، پاکستانی قانون کے مطابق کافر ہیں تو پھر عاطف میاں کی تقرری کے مسئلہ میں اتنے شبہات کیوں وارد ہوئے جس کی بنا پر دینی حلقوں میں بھی اس مسئلہ پر کثرت سے بحث کی گئی؟ میری ناقص رائے کے مطابق، اس کی بنیادی وجہ مثالی (ideal) صورت اور عملی (practical) صورت کے مابین فرق ہے۔ مثالی صورت تو یہ ہے کہ قادیانیوں کے ساتھ وہی رویّہ رکھا جاتا جو کہ شرعاً مطلوب ہے اور ان کے لیے خصوصی قوانین وضع کیے جاتے جو کہ مرتد گروہ کے لیے شریعت میں وضع کیے گئے ہیں۔ اس مثالی صورت کو سامنے رکھتے ہوئے عاطف میاں کا اکنامک ایڈوائزری کونسل میں شامل ہونا شرعاً یا حکمت عملی کی رو سے درست نہ تھا۔ اس کے مدّمقابل، اگر عملی صورت حال کو دیکھا جائے تو چونکہ قادیانیوں کو اقلیتوں والے حقوق دیے گئے ہیں، اس بنا پر بعض لوگ اس بنیاد پر اس کی تقرری کو قانوناً درست سمجھتے ہیں۔ پاکستان کے دستور نے تو اقلیتوں کو اور دیگر گروہوں کو مساوی حقوق دیے ہیں، جس کے نتیجہ میں قادیانی اور احمدی گروہ کے ممبران کثرت سے حکومتی اداروں (bureaucracy) میں آپ کو کام کرتے نظر آتے ہیں۔

میری رائے کے مطابق عاطف میاں کی تقرری تین اعتبار سے محلّ نظر ہے:

☆ عاطف میاں ایک غیر مسلم مرتد گروہ سے تعلق رکھتا ہے، اس بنا پر شرعی اعتبار سے اس کو کوئی ایسا مقام نہیں دینا چاہیے جس سے اس کی حوصلہ افزائی ہو، چونکہ شریعت نے مرتدین کے ساتھ تعامل حوصلہ شکنی والا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اگر حوصلہ شکنی نہ بھی کی جائے، کم از کم ان کو ان کے حالات پر چھوڑ دیا جائے اور ان سے معاشرتی تعلقات نہ رکھے جائیں۔

☆ عاطف میاں پاکستانی دستور کو نہیں مانتا۔ اس کے ٹویٹر اکاؤنٹ پر وزیر اعظم عمران خان پر تنقید بھی موجود ہے۔ اس کے بقول، عمران خان صاحب، ان کو غیر مسلم قرار دے کر خدا بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔[24] جب یہ پاکستان کے دستور کو ہی نہیں مانتا اور پاکستان کے دستور کی وضعیت کے بارے میں تحفظات رکھتا ہے تو پھر کیونکر یہ پاکستان کے دستور سے حاصل ہونے والے فوائد کا مجاز ہو؟

☆ عاطف میاں کی زندگی کا بیشتر حصّہ امریکہ میں گزرا ہے اور اس بنا پر وہ امریکی وطنیت کا بھی حامل ہے۔ عاطف میاں سے اس کے مذہب کی وجہ سے یہ بخوبی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مغربی ممالک، خصوصاً انگلستان کی طرفداری کا قائل ہو، جیسا کہ اس سے قبل مرزا کی حمایت کے

---

[24] "Imran Khan, stop trying to play God الله الرسول محمد الله إلا إله لا ." Available at: https://twitter.com/atifrmian/status/519004784326893568?lang=en [Accessed 19th September 2018].

بارے میں بیان ہو چکا۔ احمدیوں یا قادیانیوں کے بارے میں یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ احمدی یا قادیانی سیکولر (secular) کم ہی ہوتے ہیں۔ تعداد میں کم ہونے کی بناپر یہ لوگ اپنے مذہب کے ساتھ مخلص ہیں اور اس کی ترویج وغیرہ کے لیے جدوجہد بھی خوب کرتے ہیں۔ ان کا تعلیمی نظام نہایت منظم ہے۔ اس سلسلے میں ان کی ویب سائٹس دیکھی جاسکتی ہیں جہاں تمام اداروں کو نہایت منظم انداز سے مرکز کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ میں نے آج سے تقریباپانچ سال قبل قادیانیوں کی تقریبا100 ویب سائٹس تلاش کی تھیں جن میں سے تقریبا اسّی فیصد مرکزی مکتبہ اور ویب سائٹ سے منسلک تھیں اور جس میں بچوں کے لیے تعلیمی نصاب سے متعلق جدید انداز میں تفصیلی رہنمائی پیش کی گئی تھی۔ اسی طرح عاطف میاں بھی کوئی سیکولر احمدی نہیں بلکہ وہ ایک مبلغ بھی ہے جو کہ مرزا کی تعلیمات کے فروغ کے لیے محاضرات اور لیکچرز بھی دیتا ہے۔[25]

پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی کیوں چنا گیا؟

اسی طرح ایک یہ بھی سوال اٹھایا گیا ہے کہ اگر قادیانیوں کا یا احمدیوں کا گورنمنٹ ملازمتوں کے لیے منتخب کرنا اتنا ہی غلط تھا تو پاکستان کے قیام کے وقت ایک قادیانی، محمد ظفر اللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ کیوں منتخب کیا گیا؟ اس کے کئی جواب دیے جاسکتے ہیں:

☆ پہلی بات تو یہ غور طلب ہے کہ جب ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ دی گئی، اس وقت پاکستان میں قادیانیت پر متفقہ تکفیر کا فتویٰ نہ لگا تھا۔ مذہبی تحریکوں نے اس مسئلہ کو اٹھا تو رکھا تھا پر اس وقت تک حکومتی سطح پر ان کے بارے میں ایک متفقہ رائے قائم نہیں کی گئی تھی۔ قادیانی یا احمدی ہمیشہ اپنے مسلمان ہونے کا دم بھرتے آئے ہیں۔ اس اعتبار سے ظفر اللہ خان کی تقرری بطور وزیر خارجہ، غیر مذہبی طبقہ کے لیے ابھی اتنا حساس مسئلہ نہ بنا تھا۔ پر یہ معاملہ زیادہ دیر نہ چل سکا اور اس کی وزارت کی مدت کے دورانیہ میں ہی لاہور میں 1953ء میں ہنگامے برپا ہوئے جن میں مذہبی جماعتوں نے اس سے استعفا کا مطالبہ کیا۔ ان فسادات کے نتیجہ میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ لاہور میں فوجی قانون یعنی مارشل لا لگایا گیا۔ ان فسادات پر عدالتی کمیشن بنایا گیا جو "منیر عدالتی کمیشن" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کمیشن کی رپورٹ میں فسادات کی وجوہ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اس بنا پر یہ سمجھنا کہ مذہبی جماعتوں نے اس وقت اس پر کوئی قدم نہیں اٹھایا تو یہ بات درست نہیں۔ البتہ بعد ازاں، ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ان پر ایک حکومتی رائے قائم کر لی گئی۔

[25] Khalid Naeemuddin (2018) *Atif Mian Qadiyani.* [Online video] Available at: https://www.youtube.com/watch?v=SLqyG_MLeAM [Accessed 19th September 2018].

☆ قائداعظم کی قیادت میں اس امر کا پیش آنا، ان کے نزدیک اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا معاملہ تھا۔ قائداعظم کے نظریہ کے مطابق، ایک غیر مسلم اور مسلم، دونوں قانون کی نظر میں ایک ہیں انہوں نے یا ان کے دور کی مینجمنٹ (management) ایک غیر مسلم اور مرتد میں فرق کو مدّ نظر نہ رکھ پائی۔ 11 اگست 1997ء کو قائداعظم نے مجلس دستور ساز پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہونے پر تقریر کے دوران اقلیتی برادری سے مخاطب ہو کر کہا:

''اس مملکت پاکستان میں آپ آزاد ہیں: اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں۔ آپ کا کسی مذہب، ذات پات یا عقیدہ سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ جیسا کہ آپ کو تاریخ کے حوالے سے یہ علم ہوگا کہ انگلستان میں کچھ عرصہ قبل حالات اس سے بھی ابتر تھے جیسے کہ آج ہندوستان پائے جاتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ نے ایک دوسرے پر ظلم ڈھائے۔ آج بھی ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ایک مخصوص فرقہ سے امتیاز برتا جاتا ہے اور ان پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس زمانے میں ابتداء کر رہے ہیں جب اس طرح کی تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔ دو فرقوں کے مابین کوئی امتیاز نہیں۔ مختلف ذاتوں اور عقائد میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتداء کر رہے ہیں کہ ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے یکساں شہری ہیں۔''[26]

بات بڑی آسان فہم ہے، پاکستان میں قادیانیوں کو یا احمدیوں کو حقوق آج بھی میسر ہیں اور ان کے ساتھ غیر مساوی رویّہ بھی کہیں نہیں رکھا گیا بس مطلوب یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہوں پر فائز نہ کیا جائے جن سے پاکستانیوں کی نمائندگی ہوتی ہو اور جن سے ان کی حوصلہ افزائی ہو۔

☆ قادیانیوں کو یا احمدیوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ ہم ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں یا امت مسلمہ میں ان کے بارے میں کیا رائے عامہ استوار کی گئی ہے چونکہ ان کے نزدیک ان کے غیر سب کافر ہیں اور ان کے ساتھ وہی معاملات رکھے جا سکتے ہیں جو کہ ایک غیر مسلم کے ساتھ شریعت میں مطلوب ہیں۔ اسی بنا پر ظفر اللہ خان قادیانی نے قائداعظم کی نمازہ جنازہ تک نہیں ادا کی چونکہ اس کے نزدیک قادیانیوں کے علاوہ کسی اور کا جنازہ پڑھنا درست نہیں۔[27] جو گروہ کفر کا ارتکاب کرنے کے بعد اس پر اصرار بھی کرے، اس کے ساتھ کیونکر ایسے مراسم قائم کیے جائیں جس میں اس کی حوصلہ افزائی ہو اور اس کے ساتھ وہی معاملات رکھے جائیں جو کہ ایک مسلمان کے ساتھ رکھے جاتے ہیں؟ کم از کم یہ سنتِ ابراہیمی نہیں جس کی اطاعت اور پیروی کی ہمیں تلقین کی گئی ہے۔

---

[26] جناح، محمد علی، قائداعظم: **تقاریر و بیانات**، مترجم: اقبال احمد صدیقی، لاہور: بزم اقبال لاہور، 1998ء، 359/4.

[27] تفصیل کے لیے دیکھیے: إحسان الهي ظهير، **القاديانية دراسات وتحليل**، تقديم: محمّد المنتصر الكتاني، تصدير: شيخ عطية سالم، پاکستان: إدارة ترجمان السنة، 1984ء، ص 42.

☆ قائدِ اعظم اور اسی طرح دیگر قانون ساز مذہبی رہنما نہیں تھے۔ یہ ہمارے محسن ضرور ہیں اور آج بھی ہم ان کو اپنا بڑا سمجھتے ہیں پر ان کا ہر عمل ہمارے لیے قابلِ اتباع نہیں۔ اس کائنات میں نبی ﷺ کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں، جس کے ہر عمل کی اتباع ضروری ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی اگر کسی کی کوئی اپنی رائے یا عمل، نصِ صریح کے مخالف ہو، اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔[28] ہمارے سیاسی رہنماؤں نے پاکستان کو اپنے خیالات یا آرا کی ترویج کے لیے نہیں بنایا اور نہ ہی کسی خاص مکتبہ فکر کے پیروان کے لیے اس کا قیام ہوا۔ اس کو خالص قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس بنا پر نبی ﷺ کے علاوہ کسی شخص کا کوئی عمل یا قول اس ملک کا منشور یا دستور ہرگز نہیں بن سکتا۔ اس بنا پر جس طرح اس دور میں ظفر اللہ خان کی وزارت کو مذہبی جماعتوں نے دینی مقاصد کی رو سے ناقابلِ قبول سمجھا، آج بھی عاطف میاں کو اس کونسل میں شامل کرنے کے بارے میں ہمارے وہی تحفظات ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ 1973ء کے دستور میں قادیانیوں اور احمدیوں کے بارے میں پیش کی گئی رائے کو مقبولیت حاصل ہوئی جو کہ پاکستان کے قیام کے وقت موجود نہیں تھی۔

☆ پاکستان ایک سیکولر اور لبرل ملک نہیں جہاں مذہبیت ایک انسان کے گھریلو دائرے تک محدود رکھی گئی ہے۔ ہمارے بڑوں نے اسے اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر اور قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے۔ ہماری تاریخ اور ہماری ثقافت کبھی اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ ہم اسلام دشمن کو نہ صرف اپنے ہاں پناہ دیں بلکہ اس کو اپنا نمائندہ بھی مقرر کریں۔ کوئی بھی 'دو قومی نظریہ' کو سمجھنے والا اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ہم تب بھی اللہ کے سوا کسی کے محتاج نہ تھے جبکہ پاکستان کا قیام سوائے ایک خیال کے کچھ نہ محسوس ہوتا تھا اور آج بھی ہمارے مسائل کا حل اللہ کے احکامات پر عمل کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ہمیں تب بھی ہماری کاوشوں اور اخلاص کی بدولت اللہ کی مدد ملی اور آج بھی مل سکتی ہے۔ یہ کیسا ممکن ہے کہ ہم اللہ کی مدد اس کے دشمن کو راضی کر کے حاصل سکیں؟ کبھی نہیں! کبھی بھی ایک اکانمسٹ جو کہ اسلام سے باغی ہو، اسلامی مملکت کے لیے خیر آور ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ ہماری بدبختی ہو گی اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہمارے پاس اپنے معاشی مسائل سے نکلنے کے لیے سوائے اس قسم کے لوگوں کے مشورے کے اور کوئی حل نہیں جو نہ ہماری طرزِ زندگی (اسلامی زندگی) سے واقف ہیں اور نہ ہمارے ملک کے

---

[28] اس کی ایک مثال وراثت کے مشہور مسئلہ بہنوں کا بیٹیوں کے ساتھ ملنے پر عصبہ ہونے کی ہے۔ اس بارے میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے نصِ صریح کے مخالف ہونے کی بنا پر قبول نہیں کی جاتی۔ بقول امام ابن بطال کے، اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی بہنیں اس کی بیٹیوں سے مل کر عصبہ ہو جاتی ہیں جبکہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ عصبہ نہیں ہوتیں۔ (دیکھیے: ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، **فتح الباري شرح صحيح البخاري**، الطبعة الأولى، دار الكتب السلفية، 24/12.)

دستور کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کیا ہم اللہ کی نصرت سے اتنے ناامید ہو چکے ہیں کہ ہم اس کے دشمنوں کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لیے جانے پر مجبور ہو گئے ہیں؟

ہمارے ہاں ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کی باتیں ہیں تو بہت اچھی پر آئیڈیل ہیں اور حقیقی دنیا سے ان کا تعلق کوئی نہیں۔ ہمارے حالات ایسے نہیں جن کی بدولت ہم اسلامی تعلیمات پر کلی طور پر عمل کر سکتے ہوں۔ اگر ہم نے اسلام پر عمل کرنا شروع کیا تو ہم دنیا سے ختم ہو جائیں گے۔ قرآن مجید نے اس شبہ کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ نہایت خوبصورت جواب بھی دیا:

"وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ * وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ."[29]

"کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابع دار بن جائیں تو ہم تو اپنے ملک سے اچک لیے جائیں، کیا ہم نے انہیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔ اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش و عشرت میں اترانے لگی تھیں، یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ کے وارث۔"

وزیر اعظم عمران خان صاحب کو چند نصائح

☆اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ملک کی قیادت عطا کی ہے تو آپ پر یہ واجب ہے کہ اس قیادت میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرامین کو بجالائیں اور ہر ممکنہ حد تک کوشش کریں کے اس قیادت میں کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی حاصل ہو۔ اور اس معاملہ میں آپ کو کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ یہی نصیحت اللہ کے رسول ﷺ نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمائی:

"يَا غُلاَمُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلاَّ بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلاَّ بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الأَقْلاَمُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ."[30]

---

[29] سورة القصص، آية 57 – 58.

''اے نوجوان، یقیناً میں تمہیں کچھ (اہم) باتیں سیکھا رہا ہوں (ان کو ہمیشہ یاد رکھنا): اللہ کی (حدود کی) حفاظت کرنا وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کی (حدود کی) حفاظت کرنا، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور (اس بات کا خیال رکھنا) کہ جب بھی تم مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگنا۔ اور جان رکھو کہ اگر پوری امت تمہیں کوئی فائدہ دینے کے لیے اکٹھی ہو جائے، تمہیں کچھ فائدہ نہ دے سکے گی مگر وہ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہو۔ (اسی طرح) اگر وہ (تمام امت) تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو وہ کچھ بھی نقصان پہنچا نہ سکے گی سوائے اس کے کہ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے؛ قلمیں اٹھا دی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''

یعنی اگر آپ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا خیال رکھیں گے، اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو چھوڑے گا نہیں بلکہ اس کی تائید اور نصرت آپ کے ساتھ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے: "وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا * وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا."[31] (اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔)

☆ قادیانیوں اور اس طرح کے دیگر گروہوں کے بارے میں پارلیمنٹ اور دیگر قانونی اداروں میں ان کے حقوق اور معاشرہ میں ان کے کردار کی حدود کو طے کرنے کے سلسلے میں مہم چلائیں تاکہ ان کے status کے بارے میں آئندہ شبہات نہ پیش آئیں۔ پاکستانی قانون میں ان کے کردار کی حدود اگر بالتفصیل طے کر دی جائیں کہ یہ کس حد تک حکومتی اداروں اور دیگر معاملات میں اپنی خدمات دے سکتے ہیں یا ان کے ساتھ تعامل کس نوع کا ہو گا، تو اس سے کئی فسادات کا سدّ باب ہو سکے گا۔

☆ علما کی ایک خصوصی مشاورتی کمیٹی تشکیل دیں، جو کہ تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ وطن عزیز پاکستان کے استحکام کے لیے مخلص بھی ہوں اور ہر دینی اور مذہبی معاملات میں ان کے پر خلوص مشوروں کے ساتھ قدم اٹھائیں تاکہ دینی حلقوں کی بھی حمایت آپ کو حاصل ہو سکے۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. آمين

---

[30] جامع الترمذي: كتاب صفة القيامة والرقاق والورع عن رسول الله ﷺ، حديث 2516.
[31] سورة الطلاق، آية 2 – 3.